ہے اور ان دونوں کے درمیان علت مشترکہ کے طور پر علت عامہ یعنی مجرد مصلحت شرعیہ کارفرما ہوتی ہے
اسی قیاس عام میں اجتہاد حنفی کا "استحسانِ ضرورت" بھی داخل ہے۔

عُرف

لغت میں تو عرف "جاننے" کے معنی میں آتا ہے پھر لغت ہی کی رو سے عرف کا لفظ اس جانی پہچانی اور مستحسن شے کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کو عقل سلیم بہتر سمجھ کر قبول کرتی ہے، اسی معنی میں اس آیت کے اندر "عرف" کا لفظ ارشاد ہوا ہے۔

خذ والعفو وامر بالمعروف — (اے رسول) عفو و درگذر کا طریقہ اختیار کرو اور معروف
واعرض عن الجاھلین۔ — کی تلقین کیے جاؤ اور جاہلوں سے نہ الجھو۔

لیکن فقہی اصطلاح میں کسی قول یا عمل سے متعلق جمہور امت کی عادت کا نام عرف ہے (عادۃ جمہور قوم فی قول او عمل) اس لیے عرف کو 'عادت' اور 'تعامل' کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

عرف کی اس اصطلاحی تعریف سے یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ کسی معاملہ میں عرف کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ کسی جگہ کے سارے لوگوں کے یا غالب ترین اکثریت کے درمیان وہ جاری و ساری نہ ہو۔ جیسا کہ آج کل بلاد شام میں لوگوں کے درمیان اس بات کا عام چلن ہے کہ نکاح کے وقت جو مہر مقرر کیا جاتا ہے اس کے دو ثلث حصے تو معجل ہوتے ہیں اور ایک ثلث شوہر کی وفات یا طلاق تک موجل ہوتا ہے۔

غرض کسی امر کے عرف بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جمہور کی عادت مشترک کی حیثیت سے جاری و ساری ہو اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ سارے لوگوں یا کم از کم غالب اکثریت کے درمیان اس کی کیفیت ہو ورنہ وہ چند افراد کا عمل و تصرف ہوگا۔ عرف نہ ہوگا۔

اسی لیے فقہاء کا یہ وضع کردہ قاعدہ ہے کہ عادت اس وقت معتبر ہوتی ہے جبکہ وہ سارے لوگوں کے اندر پھیلی ہوئی ہو یا غالب اکثریت کے درمیان وہ شائع ذائع ہو۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر حافظ بابر خاں

انگریزوں کے اخراج کی کوششیں
تحریک ریشمی رومال

پس منظر:

مولانا محمود حسن اگر ایک طرف بانیان دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے فیض یافتہ تھے تو دوسری طرف حاجی امداداللہ مہاجر مکی کی جہاد پارٹی کے (جس نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں عملاً حصہ لیا تھا) تربیت یافتہ تھے۔ مولانا محمود حسن کی تاریخ اسلام اور تاریخ ہند پر گہری نظر تھی۔ شاہ ولی اللہ اور ان کے خلفاء کی جدوجہد نیز حاجی شریعت اللہ اور تیتومیر کی تحریکات بھی ان کے سامنے تھیں۔ موصوف ان تحریکات سے متاثر تھے۔ ان کی تربیت اور فکر میں انقلابی عنصر غالب تھا۔ انہوں نے جوان العمری ہی میں ایک جماعت بنام "ثمرۃ التربیت" (۸۰-۱۸۷۹ء میں) قائم کی تھی اور حالات کے تقاضوں کے روبرو یہ جماعت ۳۰، ۳۱ سال تک خفیہ کام کرتی رہی۔ اس کے بعد مولانا نے ۱۹۱۰ء میں "جمیعۃ الانصار" کے نام سے ایک اور جماعت قائم کی۔ مولانا عبیداللہ سندھی اس جماعت کے ناظم تھے۔ انگریز اس جماعت کو حکومت کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ جماعت کے خلاف ہو گئے۔ مجبوراً یہ جماعت ناموں کی تبدیلی کے ساتھ اپنا کام کرتی رہی۔ مولانا سندھی نے دو سال چھ ماہ اور ۲۹ دن اس جماعت کی نظامت کے فرائض انجام دیے۔ بعدہ موصوف نے استعفیٰ دے کر عزلت اختیار کر لی۔ مگر شیخ الہند کا مقصد ملک کو برطانیہ کی غلامی سے نجات دلانا تھا۔ اس وقت کے حالات سے بہت مضطرب تھے۔ یعنی تنسیخ بنگال،

طرابلس اور جنگ بلقان۔ ترکوں کے خلاف دول یورپ کا گٹھ جوڑ، ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ برطانیہ کی بدعہدی وغیرہ ایسے دلسوز واقعات تھے جن کی بناء پر شیخ الہند بڑے فکر مند رہتے تھے۔ اسی درمیان میں شیخ الہند نے مولانا سندھی کو دوبارہ طلب کیا اور دہلی میں ایک جماعت "نظارۃ المعارف القرآنیہ" میں کام کرنے کا حکم دیا۔ نظارۃ المعارف (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں) شیخ الہند کی سرپرستی میں قائم ہوئی جس میں حکیم اجمل خان اور نواب وقارالملک بھی شریک تھے اور نواب بیگم صاحبہ بھوپال بھی اس جماعت کی مدد واعانت کرتی تھیں۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے فرمایا کہ مولانا محمود حسن نے: "جس طرح میرا تعارف دیوبند میں اپنی جماعت سے کرایا تھا۔ اسی طرح دہلی بھیج کر مجھے نوجوان قیادت سے ملانا چاہتے تھے[۲]" مولانا محمود حسن نے "دہلی میں ملک کی نوجوان سیاسی قیادت مثلاً ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی وغیرہ سے مولانا سندھی کو متعارف کرایا[۳]"

نظارۃ المعارف القرآنیہ اور اس کے اصول اساسی:

اس جماعت کا قیام ۱۳ جون ۱۹۱۳ء کو عمل میں آیا۔ اس کا دوسرا جلسہ ۴ جولائی ۱۹۱۳ء کو مسجد فتح پوری دہلی میں منعقد ہوا۔ اس جماعت کے اصول اساسی کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(ا) تعلیم یافتہ مسلمانوں کو قرآن مجید پڑھانا۔

(ب) اسلامی مکاتب، مدارس، اسکول اور کالجوں میں معلمین قرآن تیار کرانا۔

(ج) قرآن کریم کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کرانا۔

(د) قرآن شریف کے مضامین کو عام فہم بنانا اور ان کی اشاعت وترویج کے لئے تمام ممکنہ وسائل عمل میں لانا۔

(و) عربی دان گریجویٹس کو ایک سال میں پورا قرآن شریف اور حجۃ اللہ البالغہ کا پڑھانا۔ اس کے ساتھ ساتھ ام الصحاح موطائے امام مالک معہ شرح شاہ ولی اللہ کو پڑھانا۔ نیز بخاری، مسلم، ترمذی کے اس قدر حصص پڑھانا جس سے طلباء ان کتب سے واقف ہو جائیں[۴]

مولانا سندھی نے "نظارۃ المعارف القرآنیہ" میں علماء کرام کو انگریزی پڑھانے کا اہتمام کیا۔ اور گریجویٹس کو مذہبی تعلیم پڑھانے کا انتظام کیا۔ مولانا سندھی کی خاموش مگر مسلسل کوششوں نے چار حضرات کو تبلیغ اسلام کی خاطر بیرون ملک جانے کے لئے تیار کیا۔ ان حضرات میں مولوی ضیاء الدین اور انیس احمد قابل ذکر تھے۔ علاوہ ازیں مولانا سندھی نے حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے موزوں ترین اور قابل حضرات تیار کئے[۵۴] چنانچہ مولانا سندھی کی اپیل پر مولوی محمد علی شاہ اور مولوی انیس احمد رفقاء "نظارۃ المعارف القرآنیہ" کو اشاعت اسلام کے لئے انگلستان بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا[۵۵] مولانا محمود حسن نے ۱۳۳۳ھ ۱۹۱۵ء میں مولانا سندھی کو کابل جانے کا حکم دیا۔ لیکن کابل جاکر کام کرنے کے متعلق کوئی جامع پروگرام یا عملی منصوبہ نہیں دیا۔ مولانا سندھی نے تعمیل حکم کی اور مولانا کے نمائندہ کی حیثیت سے بغیر کسی مرتب پروگرام کے مولانا سندھی کابل چلے گئے۔ مولانا سندھی کو کابل جاکر معلوم ہوا کہ شیخ الہند جس جماعت کے نمائندہ تھے، وہ جماعت ۴۲ سال سے بغیر ظاہری تنظیم کے اپنا کام کر رہی تھی[۵۶] مولانا سندھی کے کابل جانے کے بعد تحریک ریشمی رومال کے حالات منظر عام پر آتے ہیں۔

تحریک ریشمی رومال:

تحریک ریشمی رومال کوئی بڑی تحریک نہ تھی۔ لیکن ایک بڑی تحریک کی تاریخ کا ایک اہم اور دلچسپ واقعہ ضرور ہے۔ اس بڑی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ بعض بیرونی دول کی اعانت حاصل کرے اور ہندوستان میں انگریزوں کی فوج اور حکومت میں خلل پیدا کر کے ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلائی جائے۔ علماء کا تعلق تو ویسے تو اس قبیل کی تمام کوششوں سے کم و بیش رہا ہے لیکن وہ واقعات جو تحریک ریشمی رومال سے متعلق ہیں یا اس کے سوابق اور لواحق ہیں، ان میں علماء کرام کا کردار مرکزی ہے بلکہ تمام کارروائیوں کا سہرا ان ہی کے سر ہے۔ اس لئے ہم محولہ بالا بڑی تحریک کے صرف ان پہلوؤں پر ہی روشنی ڈالیں گے جن سے علماء متعلق رہے ہیں۔ البتہ تحریک "ریشمی رومال" کے واقعات کا بالتفصیل بیان ضروری ہے۔

تحریک ریشمی رومال کئی تحریکات "ثمرۃ التربیت"، "جمعیۃ الانصار" اور "نظارۃ المعارف القرآنیہ" کی آخری کڑی تھی[8]۔ یہ تحریکات اور ہندوستان کی دیگر تحریکات آزادی، ہندوستان اور بیرونی ہندوستان میں کام کرتی رہیں۔ اس تحریک کے سربراہوں اور متفقین نے اپنے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف ممالک مثلاً چین، رنگون، جاپان، فرانس اور امریکہ وغیرہ میں اپنے وفود بھیجے۔ یہ وفود ۱۹۰۵ء سے لے کر ۱۹۲۲ء تک اندرون اور بیرون ملک اپنا کام کرتے رہے[9]۔ یہ مقالہ ان تمام تحریکات کی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

شیخ الہند نے اپنی تحریکات کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف کاموں اور امور کی نگرانی کے لئے مختلف شعبے اور علیحدہ علیحدہ مقرر کئے۔ مثلاً جنگی نقشوں کی تیاری کا منصوبہ اس منصوبے کے تحت دشمن کے اداروں کی جاسوسی دشمن کی فوجوں میں انقلابی کارکن بھیج کر حاصل کی جاتی تھی۔ اس کام کی انجام دہی کے کارکن علیحدہ تھے۔ مولانا سندھی کے سپرد یہ اہم کام کیا گیا اور ان کا معاون شیخ محمد ابراہیم کو بنایا گیا۔ مولانا سندھی نے شیخ الہند کے حکم پر دوران قیام دہلی، جرمنی، فرنچ، ترکی اور عربی زبانوں کی بہت سی کتابوں کے مطالعہ سے فن حرب میں کافی استطاعت بہم پہنچائی جاتی تھی۔ جن کی بناء پر مولانا سندھی کو اس کام کی انجام دہی میں بہت مدد ملی[10]۔ نیز دشمن کے ارادوں کی پالیسی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر انصاری کی سرپرستی میں تحریک کے کارکن سی آئی ڈی، میں ملازمت حاصل کرکے یہ خطرناک کام انجام دیتے تھے، لیکن مولانا سندھی اور مولانا حسین احمد مدنی جنہوں نے علیحدہ علیحدہ اس تحریک کے حالات لکھے ہیں، ان امور کی پوری تفصیلات بیان نہیں کی[11]۔

اندرون ملک میں بغاوت کے مراکز:

شیخ الہند کے بہت سے مرید اندرونی و بیرونی ممالک میں پھیلے ہوئے تھے۔ شیخ الہند نے اس کام کے لئے ایک مرکز اور آٹھ شاخیں قائم کی تھیں۔ ضلع ہزارہ میں اس کا مرکز "روگی" تھا، یہاں پر مجاہدین کی جماعت حاجی ترنگ زئی کی سرکردگی میں کام کرتی تھی۔ ڈھاکہ میں شیخ الہند کے مرید مولانا ریاض احمد کے وصیت نامے مورخہ ۲۴ مارچ

۱۹۱۴ء سے انقلابی تحریک کا پتا چلتا ہے کہ انقلابی کارروائی کی تاریخ ۱۹ فروری ۱۹۱۵ء مقرر کی تھی۔ جب یہ کارروائی بروئے کار نہ آسکی تو مرکز کے مجاہدین نے "روگی" اور دیگر مقامات پر جہاد شروع کر دیا اور وہاں انگریزوں کو بہت پریشان کرتے رہے۔

بیرون ملک امدادی مراکز کا کردار؛

مفتی عزیز الرحمان نے بیان کیا ہے کہ مولانا سندھی جب کابل پہنچے تو انہیں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ شیخ الہند کی جماعت کے نمائندے غیر منظم طور پر "پچاس سال" (کذا، صحیح ۴۴ سال) سے کام کر رہے تھے۔ اس تحریک کا صدر مقام کابل میں تھا۔ اس مرکز کے پہلے قائد راجہ مہندر پرتاب تھے اور بعد میں مولانا سندھی ہوئے۔ اس مرکز کی چار برانچیں یا شاخیں تھیں:

"(اول) مدینہ منورہ، جہاں مولانا حسین احمد مدنی، بعدہ مولانا خلیل احمد نے کام کیا۔

(دوم) استنبول یا قسطنطنیہ، (سوم) انقرہ اور (چہارم) برلن (جرمنی)"

دوسری حکومتوں کو سلطنت ترکی کا حمایتی بنانا؛

برلن میں پر دیال صاحب نے جرمن ترکی اتحاد کے لیے کوشش کی۔ انقلابی لیڈروں نے جرمن، ترکی اتحاد کی کوششوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی کوشش کی کہ روس کو بھی ترکی کا حمایتی بنایا جائے چنانچہ اس سلسلے میں دو مشن روس گئے۔ پہلا مشن زار روس سے ملنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ مگر دوسرے مشن نے زار روس سے ملنے کے بعد ایک خط سونے کی پٹڑی پر کندہ کر کے زار روس کو دیا۔ اس خط کو زار روس نے انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ جس کی رپورٹ رولٹ بل میں درج کی گئی ہے[۱۲]

حملہ کرنے کے راستوں کا تعین اور ان کا تحفظ؛

انقلابی لیڈروں نے حملہ کرنے کے لیے ترکی فوجوں کو تیار کرنے کی تجویز پیش کی

تھی۔ مگر خشکی کا راستہ ایران اور افغانستان سے ہو کر گذرتا تھا۔ ایران برطانیہ کے زیرِ اثر تھا۔ اس لئے ایران سے افہام و تفہیم ممکن نہ تھا۔ امیر حبیب اللہ بھی بذاتِ خود جنگ میں شریک ہونا نہیں چاہتے تھے۔ مگر انہوں نے ترکی افواج کو اپنے پہاڑی علاقے سے گذرنے کا راستہ متعین کر دیا تھا۔ نیز یہ کہ امیر حبیب اللہ نے افغان عوام کو ان کی اپنی مرضی پر جنگ میں شریک ہونے کا اختیار دے دیا تھا۔ لیکن امیر حبیب اللہ صدقِ دل سے اس تحریک کے ساتھ نہ تھے [۱۳]

ہندوستان کے اندرونی محاذوں پر بغاوت کا منصوبہ؛

اس منصوبے کا آخری اور فیصلہ کن مقصد یہ تھا کہ جس وقت ترکی افواج حملہ آور ہوں تو ہندوستان کے اندرونی محاذوں پر بھی بغاوت شروع کی جائے تاکہ تحریک کامیاب ہو سکے اور ۱۸۵۷ء کی طرح دشمن کی طاقت فرداً فرداً ہر ایک کو کچل نہ سکے [۱۴]

تحریک ریشمی رومال کا اصل پہلو؛

مولانا محمود حسن کی انقلابی جماعت مرکز یاغستان میں مولانا سیف الرحمٰن اور حاجی ترنگ زئی کی قیادت میں کام کر رہی تھی۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول کی ابتداء کے بعد شیخ الہند نے ان قائدین کو حکم بھیجا کہ اب خاموشی سے کام کرنے کا وقت نہیں بلکہ میدان میں سر بکف ہو کر کام کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ ان قائدین نے شیخ الہند کو مرکز جہاد یاغستان آنے کی استدعا کی اور ساتھ کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ آپ کی موجودگی میں ہم لوگ بہتر کام انجام دے سکیں گے۔ شیخ الہند اب تک ان مراکز کو مالی امداد فراہم کر رہے تھے۔ جنگ عظیم کی وجہ سے راستے مخدوش ہو چکے تھے۔ اس لئے شیخ الہند بہ نفسِ نفیس خود تو مرکز جہاد پر نہ جا سکے مگر پھر بھی انہوں نے ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء میں مولانا سندھی کو کابل روانہ کر دیا تاکہ وہ وہاں جا کر اس تنظیم کی رہنمائی کر سکیں۔

۱۸ ستمبر ۱۹۰۵ء کو شیخ الہند بھی حجاز چلے گئے تاکہ وہاں جا کر اپنی تحریک کے لئے حکومت ترکی سے مدد اور اعانت حاصل کر سکیں۔ نیز ہندوستان پر حملہ کرنے کا پروگرام بھی تیار

کیا جا سکے۔ اسی درمیان میں لاہور کے کچھ معزز خاندانوں کے کچھ طلباء پہنچے۔ ان میں سے کچھ طلباء بہ حالت مسافرت انتقال کر گئے، کچھ گرفتار ہوئے مگر بعد میں رہا کر دیے گئے۔ رہا ہونے کے بعد باقی ماندہ طلباء کابل میں انقلابی لیڈروں سے ملے اور ترکی، ایران، چین، جاپان اور روس وغیرہ میں تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے کام کرتے رہے[۱۹]

مولانا سندھی ۱۵/ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو کابل پہنچے اور حکومت کابل نے انہیں قیام کی اجازت دے دی۔ مولانا نے کابل میں ہندوستان کی انقلابی جماعتوں کے ساتھ مل کر کام شروع کیا۔ ۱۹۱۶ء میں امیر حبیب اللہ نے مولانا سندھی سے کہا کہ وہ ہندوؤں کے ساتھ مل کر کام کریں۔ اس درمیان میں مولانا سندھی، ڈاکٹر انصاری کی معرفت انڈین نیشنل کانگریس سے رابطہ قائم کرتے رہے تاآں کہ ۱۹۲۲ء میں مولانا سندھی نے کابل میں نیشنل کانگریس کی شاخ قائم کی اور اس کا الحاق ۱۹۲۲ء میں ہی ڈاکٹر انصاری کی وساطت سے انڈین نیشنل کانگریس سے کیا[۱۷] مولانا سندھی نے عرصہ سات سال تک کابل میں قیام کیا اور اس درمیان میں برطانیہ کے خلاف ہندوستان کی حریت پسند جماعتوں کے ساتھ مل کر کابل کو تحریک آزادی ہند کا ایک اہم مرکز بنا دیا تھا۔ کابل سے مولانا سندھی روس گئے اور سوشلسٹ نظام کا قریب سے مطالعہ کیا۔ پھر آپ روس سے ترکی پہنچے جہاں آپ مصطفی کمال کی اصلاحات اور کمال ازم سے متاثر ہوئے، ترکی میں آپ نے "سرد راجیہ پارٹی" کا منشور بنایا جو انڈین نیشنل کانگریس کے زعماء کو بھیجا۔ جس کا مطلب تھا عوامی راج۔ آپ نیشنلزم کے حامی تھے، ترکی سے آپ عرب گئے اور عرب قومیت کی حمایت کی۔ مگر سب سے پہلے زار روس نے اس راز (بغاوت) کی اطلاع برطانیہ کو دی۔ اس اطلاع کے بعد برطانیہ نے امیر حبیب اللہ سے مطالبہ کیا کہ ان لوگوں کو منتشر کر دیا جائے۔ چنانچہ امیر کابل نے ان میں سے کچھ افراد کو منتشر کر دیا اور کچھ افراد کو مقید کر لیا۔

مذکورہ بالا طلبہ میں سے دو طلبہ ایک فوجی سپاہی کے بیٹے تھے، جو گورنر پنجاب سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا۔ مولانا سندھی نے جولائی ۱۹۱۶ء کو ایک خط جو زرد ریشمی کپڑے پر صاف اور خوش خط لکھا ہوا تھا۔ (یہ خط مولانا محمد میاں انصاری نے لکھا تھا) جو مذکورہ

طلبہ کے ملازم (شیخ عبدالحق) کے ذریعہ شیخ عبدالرحیم سندھی کے پاس بھیجا جاتا تھا۔ اصل میں یہ خط مولانا سندھی کا پیغام تھا جو شیخ الہند کو مکہ معظمہ بھیجنا تھا۔ مولانا سندھی نے ایک علیحدہ خط میں شیخ عبدالرحیم سندھی سے درخواست کی تھی کہ اس خط کو کسی معتمد حاجی کے ذریعہ شیخ الہند کے پاس مکہ مکرمہ پہنچا دیا جائے[۱۹] زرد ریشمی کپڑے پر لکھا ہوا یہ خط ملازم کے کوٹ کے استر میں سی دیا گیا۔ اس خط میں انگریزوں کے خلاف منصوبہ درج تھا۔ یہ ملازم بظاہر اس سپاہی (گورنر کے دوست) کے پاس اس کے لڑکوں کی خیریت کہنے کے لئے آیا تھا۔ لیکن سپاہی نے اس ملازم سے بہ لطائف الحیل یہ راز معلوم کر لیا اور یہ راز اگست ۱۹۱۶ء میں منکشف ہو گیا اور اس طرح یہ خط برطانوی حکام کے قبضے میں آگیا یہ خط (بعض مورخین نے خطوط کا لفظ استعمال کیا ہے) دنیا کے مسلمانوں کو اتحادیوں خصوصاً برطانیہ کے خلاف بغاوت کرنے کی ایک کوشش کے سلسلے میں لکھا گیا تھا۔ اس لیے یہ خط تاریخ میں ریشمی رومال کے نام سے موسوم ہے[۲۰] اس خط کی تیاری کے سلسلے میں مصنف "تحریک ریشمی رومال" نے تحریر فرمایا ہے کہ مولانا سندھی اور نصر اللہ خان نے مل کر ایک ماہر کاریگر سے ایک ریشمی رومال اس طرح بنوایا کہ اس کی بناوٹ میں معاہدہ کی پوری عبارت اور تاریخ حملہ کی عبارت عربی زبان میں تھی اور اس میں امیر حبیب اللہ خان اور عنایت اللہ خان کے دستخط تھے۔ یہ دستخط ایک مرتبہ تو سلائی میں آگئے تھے پھر اس رومال پر زرد رنگ کی روشنائی سے دوبارہ دستخط کرا دیئے تھے۔ بقول مولانا حسین مدنی اس خط کا لانے والا شیخ عبدالحق، اس تحریک کا معتمد کارکن تھا۔ شیخ عبدالرحیم سندھی اس خط کو شیخ الہند کے پاس مکہ معظمہ پہنچانے والے تھے۔ شیخ عبدالرحیم خود تو روپوش ہو گئے۔ بقول مصنف "تحریک ریشمی رومال" اس خط کے راز کا انکشاف امیر حبیب اللہ خان اور ان کے لڑکے عنایت اللہ خان نے بذریعہ لاسلکی حکومت ہند کو کیا تھا[۲۱]

شیخ الہند اور حجاز میں سرگرمیاں؛

شیخ الہند جب تک ہندوستان میں رہے، سرحد میں تحریک کی پوری قیادت کرتے رہے۔

یہ قیادت پیغامات اور ہدایات کے ذریعے ہوتی رہی - شیخ الہند کی ان خفیہ سرگرمیوں کا علم حکومت برطانیہ کو ہوگیا تھا۔ لہٰذا حکومت نے شیخ الہند کی نگرانی شروع کر دی تھی اور آپ کو گرفتار کرنا چاہتی تھی۔ حالانکہ موصوف کی تحریک خفیہ تھی۔ حتیٰ کہ موصوف نے ارباب دارالعلوم تک کو اس تحریک کے بارے میں کچھ ظاہر نہیں کیا تھا۔ جب آپ نے حجاز جانے کا قصد کیا تو ارباب مدرسہ کو اپنی تحریک سے قبل صرف یہ فرمایا کہ میرا ارادہ حرمین شریفین جانے کا ہے مگر واپسی غیر متعین تھی۔ لیکن آپ نے جلد واپس آنے کے لئے کہا تھا۔ موصوف نے دارالعلوم کے متعلق فرمایا کہ" دارالعلوم اللہ کی امانت ہے۔ ہر شخص کو اسے امانت سمجھ کر اس کام کو انجام دینے کی کوشش کرنا چاہیے[۲۲]" حسب تفصیل بالا مولانا محمود حسن ۷، ذلیقعدہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵ء بروز جمعہ جدہ جانے کے لئے روانہ ہوگئے[۲۳] موصوف نے حج بیت اللہ ادا کیا۔ اسی درمیان شیخ الہند نے ہندوستان کے ایک تاجر کی معرفت گورنر حجاز غالب پاشا سے ملاقات کی۔ شیخ الہند کی گفتگو کا ترجمہ تاجر مذکور نے غالب پاشا کو سمجھایا۔ شیخ الہند نے غالب پاشا سے دوسرے دن پھر ملاقات کی اور برصغیر کی تحریک آزادی کے متعلق تمام گفتگو تفصیل کے ساتھ ہوئی۔ مولانا کے اصرار پر گورنر نے انور پاشا کے نام تحریر لکھ دی جس میں لکھا تھا کہ حامل تحریر معتمد علیہ ہیں، ان کے مطالبات پورے کیے جائیں۔ گورنر موصوف نے یہ بھی وعدہ کیا کہ ہندوستان کو آزاد کرانے میں ہم اپنے حلیفوں یعنی جرمن اور آسٹریا وغیرہ سے بھی مدد حاصل کریں گے۔ مگر گورنر نے شیخ الہند سے کہا کہ ہندوستانیوں کو یک زبان اور یک قلم ہو کر مطالبہ آزادی جاری رکھنا چاہیے[۲۴]۔ گورنر موصوف نے مولانا کو مشورہ دیا کہ آپ ہندوستان جا کر تمام متعلقہ جماعتوں اور آزادی پسند افراد کو مطالبہ آزادی جاری رکھنے کی ہدایت کریں۔ مگر مولانا نے جواباً فرمایا کہ میں حکومت کی نظر میں مشکوک ہوں، اگر میں اس وقت ہندوستان گیا تو شاید راستے ہی میں گرفتار کر لیا جاؤں۔ البتہ میں اپنے رفقاء کار کو اس مہم کو جاری رکھنے کے سلسلے میں ہندوستان بھیجتا رہوں گا۔ اس کے برعکس میں ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر جانا چاہتا ہوں، جہاں میرے مشن کے لوگ مصروف کار ہیں۔ مگر مولانا اس کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے اور اپنے رفقاء میں سے مولانا مرتضیٰ حسن، مولانا محمد میاں اور مولانا سہول کو ہندوستان روانہ کر دیا۔ مولانا محمد میاں جو بعد میں

محمد منصور انصاری کے نام سے معروف ہوئے۔ ان کے سپرد بہت سے شعبوں کی نگرانی کی گئی تھی۔ غالب پاشا کی تحریر بھی مولانا منصور کے سپرد کی گئی۔ مولانا خلیل احمد، شیخ الہند کے ساتھ مقیم تھے۔ آپ پہلے شیخ الہند کی تحریک سے متفق نہ تھے۔ مگر مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ایک خصوصی مجلس کی نشست میں شیخ الہند کی تقریر کے بعد آپ اس تحریک سے متفق اور اس کے ہم نوا ہو گئے [۲۵] شیخ الہند نے مدینہ منورہ میں مولانا سید حسین احمد مدنی کے مکان پر قیام فرمایا۔ دوران قیام ایک خصوصی مجلس منعقد کی جس میں مولانا سید حسین احمد مدنی اور مولانا خلیل احمد کو بھی طلب کیا۔ مولانا مدنی اس خصوصی نشست میں شیخ الہند کے خیالات سے متاثر ہوئے اور یہیں سے مولانا مدنی کی سیاسی زندگی کی ابتدا ہوئی ہے۔ شیخ الہند چھ ماہ تک مولانا مدنی کے مکان پر مقیم رہے اور اس دوران بخاری شریف کا درس دیتے رہے [۲۶]

انور پاشا اور جمال پاشا کی مدینہ منورہ میں آمد اور شیخ الہند سے ملاقات؛

اس وقت جنگ عظیم جاری تھی۔ بذریعہ تار دونوں وزیران جنگ (انور پاشا اور جمال پاشا، جیسا کہ مولانا حسین احمد مدنی نے بیان کیا ہے) کی آمد کی اطلاع ملی۔ شیخ الہند اس موقع کے منتظر تھے۔ چنانچہ موصوف نے ملاقات کے لئے ایک عرضداشت تیار کی۔ اہل مدینہ بھی وزراء کے استقبال کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ یہ دونوں حضرات جب مدینہ منورہ پہنچے تو بلدیہ کی جانب سے سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ نیز معززین شہر اور رؤسا کا تعارف وزراء سے کرایا گیا۔ اس درمیان میں وزراء سے ملاقات کے لئے شیخ الہند کو مغرب کے بعد کا وقت طے کیا گیا۔ معینہ وقت پر جمال پاشا سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے آزادی ہند کی جدوجہد میں مدد و اعانت کا وعدہ فرمایا اور حسب خواہش شیخ الہند، تحریر دینے کا بھی وعدہ کیا۔ انور پاشا اور جمال پاشا نے حسب وعدہ "شام" جاکر دو تین دن کے اندر فارسی، عربی اور ترکی زبانوں میں تحریر روانہ کر دی۔ شیخ الہند نے طے کیا کہ یہ تحریریں ہندوستان روانہ کی جائیں۔ چنانچہ ایک صندوق میں کچھ زائد کپڑوں کے ساتھ بہ حفاظت تمام یہ تحریریں مولانا ہادی حسن اور حاجی شاہ بخش کے ذریعہ ہندوستان روانہ کیں اور ہدایات دیں کہ ان تحریرات کو حاجی نور الحسن کے سپرد کر دیں اور حاجی نور الحسن ان تحریروں کا عکس

احمد مرزا فوٹوگرافر سے اتروا کر فلاں فلاں جگہ پہنچادیں ۲۷؎ یہ تحریرات حاجی نورالحسن کے پاس بہ حفاظت تمام پہنچ گئیں۔ وہ ان تحریرات کو نکال ہی رہے تھے کہ پولیس، مخبر کی اطلاع پر خانہ تلاشی کے لیے پہنچ گئی۔ حسن اتفاق سے حاجی صاحب نے ان کاغذات کو نکال کر ایک صدری کی جیب میں رکھ لیا اور یہ صدری مردان خانے میں کھونٹی پر لٹکادی۔ پولیس چھ گھنٹے تک مکان کی تلاشی لیتی رہی مگر مطلوبہ کاغذات دستیاب نہ ہوسکے۔ اس کے بعد سراغ رساں نے پولیس کو حاجی احمد مرزا فوٹوگرافر دہلی کی نشان دہی کی مگر ابھی تک وہ کاغذات مرزا صاحب کے پاس پہنچے تو سراغ رساں نے پھر پولیس کو مطلع کیا۔ پولیس نے دوبارہ مرزا صاحب کی دوکان کی تلاشی لی مگر اس مرتبہ بھی وہ کامیاب رہی۔ مرزا صاحب نے ان کاغذات کی فوٹو شدہ کاپیاں حاجی نورالحسن کو دے دیں۔ حاجی نورالحسن نے ان کاپیوں کو حسب ہدایت شیخ الہند، جہاں جہاں پہنچانا تھا، وہاں وہاں پہنچادیا ۲۸؎

اسی درمیان میں شریف حسین نے ترکی کے خلاف بغاوت کر دی اور سلطنت عثمانیہ کو ختم کر کے حجاز میں انگریزوں کی مدد سے اپنی حکومت قائم کرلی۔ شیخ الہند کے رفقاء نے اس درمیان میں ہندوستان سے شیخ الہند کو زادراہ روانہ کیا تاکہ موصوف مالی طور پر پریشان نہ ہوں۔ جن حضرات نے مالی اعانت کی، ان میں ڈاکٹر انصاری اور مولانا محمد ابراہیم راندیر کے ایک ایک ہزار روپے قابل ذکر ہیں جو مولانا کو حاصل ہوئے تھے۔ حکومت برطانیہ شیخ الہند اور ان کے رفقاء سے پہلے ہی بدظن تھی اور ان کی گرفتاری کے لئے موقع کی منتظر تھی۔ اب شریف حسین انگریزی حکومت کا آلۂ کار تھا۔ شریف حسین نے حسب ہدایت برطانیہ شیخ الہند اور ان کے رفقاء کی گرفتاری کا جواز پیدا کرنے کے لئے شیخ الہند سے ایک محضر پر دستخط کرنے کے لئے کہا، جس پر علماء عرب کے دستخط تھے اور اس محضر (فتوی) میں ترکوں کی تکفیر کی گئی تھی۔ شیخ الہند نے جواباً کہا کہ میں مکہ معظمہ کا مکین نہیں ہوں اور یہ محضر علماء مکہ کی جانب سے ہے۔ اس لئے اس محضر پر میرا دستخط کرنا درست نہیں۔ لیکن شریف حسین نے محض شیخ الہند کی گرفتاری کے لئے دستخط نہ کرنے کا بہانہ یا جواز تلاش کیا تھا۔ لہٰذا شیخ الہند کو معہ ان کے رفقاء گرفتار کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ موصوف کے رفقاء سفر میں حکیم نصرت حسین، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عزیر گل اور مولانا وحید احمد مدنی

تھے۔ جن کو شیخ الہند کے ہمراہ نظر بند کیا گیا۔ یہ گرفتاری ۲۴ صفر ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۱۶ء عمل میں آئی اور قریباً ایک ماہ حراست میں رکھنے کے بعد ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۱۷ء کو بذریعہ خدیوی جہاز سوئیز بھیج دیا۔ وہاں پر مصر کی سیاسی جیل میں رکھنے کے بعد شیخ الہند اور مذکورہ تمام زیر حراست ملزمان سے استفسار کیا گیا۔ بعدہٗ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۸ فروری ۱۹۱۷ء (مصنف "نقش حیات" نے ۱۹ فروری لکھا ہے) معہ رفقاء مالٹا روانہ کر دیا گیا۔[۹]

تحریک کا راز افشا ہونے کے بعد ہندوستان کی حالت:

شیخ الہند اور ان کے رفقاء کی گرفتاری اور مالٹا میں اسیر کر دیا جانا کوئی ایسی معمولی بات نہ تھی کہ حکومت ہند خاموش ہو کر بیٹھ جاتی یا شیخ الہند کے معتقدین خاموشی سے تماشا دیکھتے رہتے۔ ریشمی رومال کا راز فاش ہو جانے کے بعد حکومت ہند نے مندرجہ ذیل اقدامات کیے:

(ا) حکومت ہند نے حکومت کابل پر دباؤ ڈالا کہ تحریک ریشمی رومال کے متعلق جن لوگوں پر شبہ ہو، انھیں گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں افغانستان میں اس تحریک کے لیڈروں کی گرفتاری عمل میں آئی۔

(ب) ہندوستان میں تحریک سے وابستہ افراد کی نظر بندی و گرفتاری عمل میں آئی۔

(ج) برطانیہ نے احتیاطاً بر صغیر کی سرحد اور دوسرے اہم مقامات پر اپنی فوجوں میں اضافہ کیا۔

(د) ترکی حکومت کے خلاف عربوں سے کفر کے فتوے صادر کرائے گئے۔

مختصراً یہ کہ حکومت ہند اب پہلے سے بہت زیادہ چوکنا اور ہوشیار ہو گئی حتیٰ کہ ذرا ذرا سے شک و شبہ کی بناء پر لوگوں کو گرفتار اور نظر بند کیا گیا۔

مسلمانان ہند کا ردعمل:

شیخ الہند کی گرفتاری کی خبر ہندوستان میں دیر سے معلوم ہوئی مگر اس خبر کے ملتے

ہی مسلمانانِ ہند میں اضطراب و بے چینی پھیل گئی ۔ لہٰذا مسلمانانِ ہند نے آئینی حدود میں رہ کر مولانا کی رہائی کے لئے کوششیں کیں ۔ ان کوششوں میں سب سے بڑی اور اہم کوشش یہ تھی کہ ڈاکٹر انصاری کی قیادت میں ایک انجمن بنام "انجمن اعانت نظربندان اسلام" قائم کی گئی ۔ اور اخبارات کے ذریعہ مضامین اور استفسارات کے واسطے سے حکومت کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اخبارات نے بڑا اہم کردار ادا کیا " صداقت" کلکتہ ، "جمہور" کلکتہ ، "نئی روشنی" الٰہ آباد، "مساوات" الٰہ آباد، "مشرق" گورکھپور، "مدینہ" بجنور، "الخلیل" بجنور، "ہمدم لکھنؤ" ، "خطیب" دہلی، "الصباح" لاہور، وغیرہ وغیرہ ۔ اس کے علاوہ وزیر ہند اور وائسرائے ہند کے پاس اسیران مالٹا کی آزادی کے لئے ہزارہا تار بھیجے گئے ۔ آنریبل سید رضا علی نے صوبہ متحدہ کی قانونی کونسل کے اجلاس میں شیخ الہند کی گرفتاری کے متعلق سوال کیا ۔ علماء دیوبند کا ایک وفد ۶ نومبر ۱۹۱۷ء کو سر جیمز میسٹن (Sir Jemes Meston) گورنر یوپی سے ملا ۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے شیخ الہند کی رہائی کے متعلق گورنر موصوف کے سامنے عرضداشت پڑھی، جس کی تفصیلات " القاسم" ماہ مئی ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئیں ۔ مزید برآں معززین اور حکام کے دس افراد نے بھی گورنر یوپی سے شیخ الہند کی رہائی کے لئے خاص طور پر درخواستیں کیں ۔ غرض یہ کہ شیخ الہند اور ان کے رفقاء کی رہائی کیلئے اہل ہند نے ہر ممکن کوشش کی [۳۱]

رفقاء و متفقین تحریک آزادی (تحریک ریشمی رومال) کی فہرست :

تحریک ریشمی رومال ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے لیے ہندوستان کو بیرونی طاقت کی غلامی سے نجات کے لیے ایک کوشش تھی ۔ اس تحریک میں جن بزرگوں نے نمایاں حصہ لیا، وہ حسب ذیل تھے :

(۱) شیخ الہند مولانا محمود حسن، امیر جماعت	(۲) مولانا عبید اللہ سندھی
(۳) حاجی ترنگ زئی	(۴) مولانا سیف الرحمٰن
(۵) مولانا منصور انصاری (محمد میاں)	(۶) مولانا عزیر گل

(۷) مولانا احمد اللہ پانی پتی
(۸) شیخ عبد الرحیم سندھی
(۹) مولانا ابو السراج
(۱۰) مولانا ظہور محمد خان
(۱۱) مولانا ابو الحسن تاج محمود
(۱۲) مولانا محمد صادق، کراچی
(۱۳) مولانا فضل ربی
(۱۴) مولانا محمد اکبر
(۱۵) مولانا فضل محمود
(۱۶) خان بادشاہ عبد الغفار خان
(۱۷) ڈاکٹر مختار احمد انصاری
(۱۸) محمد احمد چکوالی
(۱۹) شاہ عبد الرحیم رائے پوری
(۲۰) مولانا محمد جلیل کیرانوی
(۲۱) مولانا سید حسین احمد مدنی
(۲۲) مولانا محمد مبین
(۲۳) مولانا محمد ابراھیم راندیری
(۲۴) مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری
(۲۵) مولانا محمد سہول بھاگلپوری
(۲۶) حاجی خان محمد
(۲۷) مولوی مطلوب الرحمٰن دیوبندی
(۲۸) حاجی محبوب خان سہارنپوری
(۲۹) حاجی عبد الکریم سرونجی
(۳۰) مولوی وحید احمد مدنی

(۳۱) ان حضرات کے علاوہ شیخ الہند کے ساتھ اس تحریک میں کچھ ہندو بھی شریک تھے۔ جن کے قیام کے لئے دیوبند میں ایک علیحدہ کمرہ کا انتظام تھا۔[۳۱]

حواشی

لہ۔ دیوبند اسکول اینڈ دی ڈیمانڈ فار پاکستان، بمبئی، ۱۹۶۳ء، ص ۵۸، ۵۹
"سفرنامہ شیخ الہند۔ اسیر مالٹا"، از مولانا حسین احمد مدنی، دہلی ۱۹۴۷ء، ص ۹۔
(نوٹ: ضیاء الحسن فاروقی صاحب نے جمعیۃ الانصار کا قیام ۱۹۰۹ء لکھا ہے۔
لیکن یہ سنہ "القاسم" کے بیان کے مطابق صحیح نہیں، بلکہ صحیح ۱۹۱۰ء ہے۔ "القاسم"
شوال ۱۳۳۰ء مطابق ستمبر ۱۹۱۲ء، ص ۱۴،
"نقش حیات"، ج ۲، از مولانا سید حسین احمد مدنی، دیوبند ۱۹۵۴ء، ص ۴۳۔ ۱۳۰
"تذکرہ شیخ الہند"، از مفتی عزیز الرحمٰن، بجنور، ۱۹۶۵ء
(نوٹ: مصنف "تذکرہ شیخ الہند" نے مولانا سندھی کا "جمعیۃ الانصار"
سے تعلق چار سال بیان کیا ہے۔ راقم الحروف نے من ابتدا تا آخر ایام شمار
کر کے دو سال چھ ماہ ۲۹ دن نکالے ہیں۔ لہٰذا مصنف ہٰذا کا بیان غیر
تحقیقی ہے۔ "تذکرہ شیخ الہند"، ص ۱۷۶)

۲۔ "تذکرۂ شیخ الہند"، محولہ بالا، ص ۱۷۶
"علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ"، ۲۵ جون ۱۹۱۳ء، ج ۱۳، شمارہ ۲۴، ص ۵، ک ۲

۳۔ اسلامک ماڈرن ازم ان انڈیا اینڈ پاکستان، لندن، ۱۹۶۷ء
"نقش حیات"، ج ۲، محولہ بالا، ص ۱۴۴۔ ۱۴۵
(نوٹ: رسالہ "برہان" کی تحریر کے مطابق مولانا سندھی نے بیان کیا
تھا کہ "اگر ہیں نے "جمعیۃ الانصار" اور "نظارۃ المعارف القرآنیہ" میں کام
نہ کیا ہوتا تو ہمارا کابل جانا بے سود ہوتا۔ پھر حکومت افغان کے توسط سے
ہمیں ہدایت مل جاتی تھی۔ ہم باہر جا کر سمجھ سکے کہ امام عبد العزیز سے لے

کہ شیخ الہند تک ہمارے اکابر ایک ہی سلسلے میں کام کرتے رہے "۔

"برہان"، مئی ۱۹۴۳ء، ج دہم، شمارہ ۵، ص ۳۳۴)

۴۔ "علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ"، ۲۵ جون ۱۹۱۳ء، ج ۱۳، ش ۲۴، ص ۵، ک ۱-۲

۵۔ ایضاً، ۷ جنوری ۱۹۱۴ء، ج ۱۴، ش ۱، ص ۸ - ۹ اور ۹ الف، ک ۱ - ۲

۶۔ ایضاً، ۲۵ فروری ۱۹۱۴ء، ص ص ۵-۶، ک ۱، ۱-۲

۷۔ "تذکرہ شیخ الہند"، محولہ بالا، ص ص ۱۷۶، ۱۷۷

(نوٹ: مفتی عزیز الرحمٰن نے اس جماعت کے کام کرنے کی مدت پچاس سال بیان کی ہے۔ مگر حساب کرنے سے صحیح مدت ۴۳ سال نکلتی ہے۔ "تذکرہ شیخ الہند"، ص ۱۷۷)

(نوٹ نمبر ۲: مولانا عبید اللہ سندھی، ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء کو سیالکوٹ کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ پچیس سال کی عمر میں دیوبند آئے۔ سات سال دیوبند میں رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی۔ اس کے بعد سندھ چلے گئے۔ شیخ الہند کے حکم سے ۱۹۱۵ء میں کابل گئے اور تحریک انقلاب میں براہ راست حصہ لیا۔ ۱۹۴۴ء میں بمقام دینپور، ریاست بہاولپور میں فوت ہوئے۔ "برہان"، ستمبر ۱۹۴۴ء، ص ۱۶۱، (ز) "الجمعیۃ"، ۲۹ اگست ۱۹۵۵ء، ص ۴، ک ۳-۴)

۸۔ مولانا حسین احمد مدنی، "تحریک ریشمی رومال"، مولانا عبدالرحمان (مرتب)، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ص ۸-۹

۹۔ ایضاً، ص ص ۱۰ - ۱۴۵

۱۰۔ ایضاً، ص ۵۰-۱۴۸

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۵۲

تحریک ریشمی رومال، محولہ بالا، ص ۶۰، علماء ان پالیٹیکس، اشتیاق حسین قریشی، کراچی ۱۹۷۲ء، ۲۴۰

۱۲۔ "تذکرہ شیخ الہند"، محولہ بالا، ص ۱۷۷،
"تحریک ریشمی رومال"، محولہ بالا، ص ۷۶ - ۱۷۰
(نوٹ: غیر منظم طور پر کام کرنے کی مدت (حسب سابق تفصیل) ۳۴ سال ہے۔ مصنف "تذکرہ شیخ الہند" نے پچاس سال بغیر تحقیق کے لکھ دی ہے)
۱۳۔ ایضاً، ص ۱۷۳ - ۱۷۵
مسلم سیپریٹ ازم ان انڈیا، اے بریف سروے، ص ۱۱۷
(نوٹ: ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب نے لکھا ہے کہ دیوبند کے رہنماؤں اور باب عالی (خلیفہ عثمانیہ) کے درمیان روابط کی تاریخ کا صحیح علم نہیں کیونکہ ان کی نوعیت رازدارانہ تھی۔ ان روابط کا پتا مولانا سندھی کی سرگرمیوں سے چلا جنہوں نے جنگ عظیم اول میں ترکوں کے لئے حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی اور موصوف خفیہ طور سے کابل میں شیخ الہند کی ہدایت پر گئے تھے۔ مولانا سندھی نے اگست ۱۹۱۵ء میں سرحد عبور کی اور شیخ الہند ۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کو حجاز روانہ ہوگئے)
۱۴۔ "تحریک ریشمی رومال"، محولہ بالا، ص ۱۷۶، دی مسلم کمیونٹی آف انڈیا پاکستان سب کنٹی نینٹ، از اشتیاق حسین قریشی، ہیگ، ۱۹۶۳ء، ص ۲۶۰-۶۱ (حاشیہ)
۱۵۔ دیوبند اسکول اینڈ دی ڈیمانڈ فار پاکستان، محولہ بالا، ص ۵۸ - ۵۹، نقش حیات، محولہ بالا، جلد ۲، ص ۱۴۵-۴۶
۱۶۔ مسلم سیپریٹ ازم ان انڈیا — اے بریف سروے، از عبدالحمید، ۱۹۷۱ء، ص ۱۱۷، دی مسلم کمیونٹی آف انڈیا پاکستان سب کنٹی نینٹ، ص ۲۶۱ (حاشیہ)
۱۷۔ "الجمعیۃ" ۲۹ اگست ۱۹۵۵ء، ص ۴، ک ۳ "تذکرہ شیخ الہند"، محولہ بالا، ص ۱۷۷، "نقش حیات"، ج ۲، ص ۱۷۰ - ۱۷۱، "مولانا سندھی، حالات زندگی، تعلیمات اور سیاسی افکار"، از پروفیسر محمد سرور، لاہور، ۱۹۴۵ء، ص ۲۲، ۲۵، "برہان"، اکتوبر ۱۹۴۴ء ص ۱۳۳ - ۱۴۱

۱۸۔ علماء ان پالیٹیکس، محولہ بالا، ص ۱۵ - ۳۱۴

۱۹۔ "علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے"، از مولانا محمد میاں، دہلی، ۱۹۶۰ء (حصہ اول) ص ۱۶۸، "برعظیم پاک وہند کی ملت اسلامیہ"، از اشتیاق حسین قریشی، کراچی، ۱۹۶۷ء، ص ۳۳۹ (حاشیہ) سیڈیشن کمیٹی رپورٹ، ۱۹۱۸ء، ص ۱۷۷

۲۰۔ دی مسلم کمیونٹی آف انڈیا۔ پاکستان سب کنٹی نینٹ، محولہ بالا، ص ۲۶۱ (حاشیہ) "برعظیم پاک وہند کی ملت اسلامیہ"، محولہ بالا، ص ۳۳۹ معہ حاشیہ، "علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے" محولہ بالا، حصہ اول، ص ۶۵-۱۶۴

۲۱۔ "تحریک ریشمی رومال"، محولہ بالا، ص ۲۰ - ۱۹۷

۲۲۔ "سفرنامہ شیخ الہند اسیر مالٹا"، از حسین احمد مدنی، دہلی، ۱۹۴۷ء، ص ۲۰، "تذکرہ شیخ الہند"، محولہ بالا، ص ۲۵ - ۲۲۴

۲۳۔ "نقش حیات"، محولہ بالا، ص ۱۵ - ۲۱۴

(نوٹ: سن عیسوی کی تاریخ کا تعین "تقویم تاریخی" کے صفحہ ۲۳۴ سے کیا گیا ہے)

"حیات شیخ الہند"، ص ۲۹-۲۸

۲۴۔ "نقش حیات"، محولہ بالا، ج ۲، ص ۱۵ - ۲۱۴

۲۵۔ ایضاً، ج ۲، ص ۱۵-۲۱۴، "حیات شیخ الہند"، از اصغر حسین دیوبندی، دیوبند، س۔ن، ص ۳۰-۲۸

۲۶۔ "نقش حیات"، محولہ بالا، ج ۲، ص ۲۱۵-۲۱۶، "حیات شیخ الہند"، محولہ بالا، ص ۲۸-۳۳

۲۷۔ "نقش حیات"، ج ۲، ص ۲۳-۲۱۷، "تذکرہ شیخ الہند"، محولہ بالا، ص ۲۴۶

۲۸۔ "نقش حیات"، محولہ بالا، ج ۲، ص ۲۲۴ - ۲۲۷، "تذکرہ شیخ الہند"، محولہ بالا، ص ۲۴۷

(نوٹ: حکیم نصرت حسین: حکیم صاحب کا پورا نام چودھری مولوی حکیم نصرت حسین

تھا۔ آپ اکوڑہ جہان آباد، ضلع فتح پور ہسوہ متصل کانپور کے مکین تھے ۱۳۳۳ھ/۱۶-۱۹۱۵ء میں دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ شیخ الہند سے دورۂ حدیث پڑھا۔ شیخ الہند کے حجاز جانے ایک سال بعد آپ مکہ گئے آپ نے شیخ الہند کے ساتھ دوسرے حج میں شرکت کی۔ شیخ الہند سے بیعت بھی تھے۔ مکہ میں شیخ الہند کے ساتھ قیام کرنے کی بنا پر گرفتار ہوئے آپ کا مالٹا میں قیدی نمبر ۲۲۱۶ تھا۔ مالٹا میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ "حیات شیخ الہند" ص ۵۹، (ذ) "تذکرہ شیخ الہند"، ص ۲۶۴، (ذ) "سفرنامہ اسیر مالٹا"، ص ۲۱۔

مولانا عزیر گل: مولانا حاجی عزیر گل، کاکاخیل، زیارت کے باشندے ہیں، ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں بغرض تعلیم وطن سے ہندوستان آئے۔ کچھ عرصے پانی پت میں قیام کے بعد دیوبند گئے اور ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں تکمیل علوم کی۔ آپ شیخ الہند کے خاص جاں نثاروں میں سے تھے۔ مالٹا میں بھی شیخ الہند کے ساتھ تھے۔ اسیری میں دل وجان سے شیخ کی خدمت کی۔ پہلی اور دوسری بیوی کے انتقال کے بعد ایک میم سے اس کی خواہش پر رڑکی میں تیسری شادی کرلی۔ رڑکی میں آپ مدرسہ رحمانیہ کے صدر مدرس تھے۔ اس کے بعد آپ وطن چلے گئے۔ اسارت مالٹا میں آپ کا قیدی نمبر ۲۲۱۵ تھا۔

"حیات شیخ الہند"، ص ۵۷-۵۸، (ذ) "تذکرہ شیخ الہند"، ص ۱۹۰-۱۹۱ (ذ) "سفرنامہ شیخ الہند اسیر مالٹا"، ص ۲۲۱، (ذ) "نقش حیات"، ج ۲، ص ۱۹۱-۱۹۲

مولوی حاجی وحید احمد مدنی: آپ مولانا سید حسین احمد مدنی کے برادر معظم مولانا محمد صدیق کے صاحب زادے تھے۔ آپ شیخ الہند کے ساتھ مالٹا میں اسیر تھے اور تقریباً ۳ برس دو مہینے قید فرنگ برداشت

کی ۔رہائی کے بعد بمبئی میں شیخ الہند کے ساتھ جہاز سے اُترے ۔اسارت مالٹامیں آپ کاقیدی نمبر2218 تھا۔

"نقش حیات"، ج ۲،ص ۱۶۹،ص ۲۳۳-۲۳۵، (ذ)"حیات شیخ الہند"

۲۹- "حیات شیخ الہند"، محولہ بالا،ص ۴۰-۴۷، "نقش حیات"، محولہ بالا،ص ۳۳-۲۲۹ ۔

۳۰ - "نقش حیات"، محولہ بالا، ج ۲،ص ۱۶۹

۳۱ - "تذکرہ شیخ الہند"، محولہ بالا،ص ۲۷۱-۲۷۳

"القاسم"، شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ مطابق مئی ۱۹۱۸ء،ص ۴-۸

۳۲- "تذکرہ شیخ الہند"، محولہ بالا،ص ۱۸۶-۲۱۲

"نقش حیات"، ج ۲، محولہ بالا،ص ۱۷۸-۲۰۴ اور ضمیمہ ص ۲۷۵۔